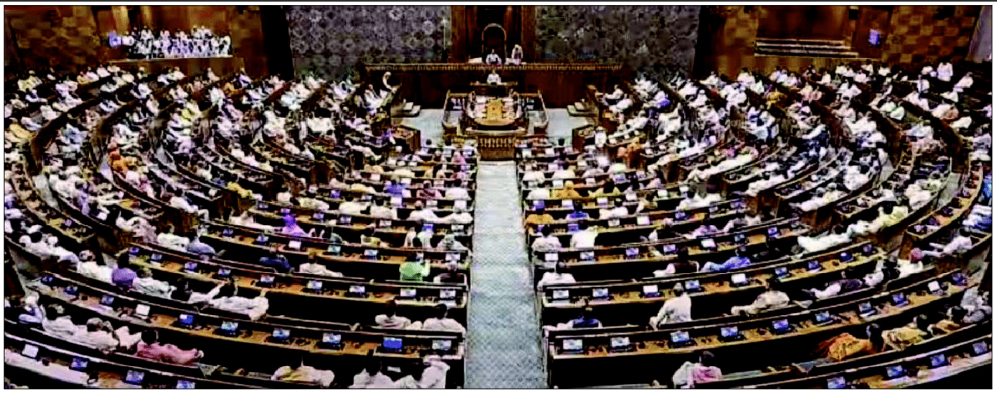

لوک سبھا اسپیکر کیوں ہوگیا ہے اس قدر اہم

ہندوستان کا پارلیمانی نظام برطانیہ کے نظام پر مبنی ہے۔ برطانیہ کے نظام حکومت کو مجموعی طور پر ویسٹ منسٹر فارم آف گورنمنٹ West minister of Govenment کہا جاتا ہے۔ اس طرز کے نظام میں دو ایوان ہوتے ہیں۔ ایوان بالا اور ایوان زریں۔ برطانیہ میں براہ راست چن کر آنے والے ممبر پارلیمنٹ ہاؤس آف کامنس کے ممبر ہوتے ہیں۔ ان کو ایم پی کے علاوہ Commoncrs بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح ایوان بالا یعنی ہاؤس لارڈس میں بالواسطہ منتخب ممبران ہوتے ہیں جو مختلف شعبۂ ہائے زندگی میں کارنامے انجام دیتے ہیں یا گراں قدر خدمات کے لیے جانے پہچانے جاتے ہیں ان کو اس ایوان میں نمائندگی ملتی ہے۔ برطانیہ ایک Constitutional Monarchry Head of State تو ہے مگر آئینی شہنشاہیت ہے جہاں پر شاہی خاندان کا سربراہ بادشاہ یا ملکہ کا ملک کے نظام میں کوئی براہ راست عمل دخل نہیں ہوتا اور ایک منتخب حکومت ہی سارے فیصلے کرتی ہے۔ اس طرح شہنشاہیت بادشاہ یا ملکہ ایک علامتی سربراہ ہوتا ہے جبکہ سارے فیصلے وزیر اعظم اور اس کی کابینہ کرتی ہے۔ ہندوستان اگرچہ برطانیہ طرز حکومت سے متاثر ہے اور زیادہ تر روایات اصول وضوابط تقریباً برطانوی طرز حکومت پر مبنی ہے مگر ہندوستان ایک ری پبلک ہے جس کا سربراہ صدر جمہوریہ بھی منتخب ہوتا ہے اگرچہ یہ انتخاب براہ راست نہیں ہوتا ممبران پارلیمنٹ اور ریاستی اسمبلیوں کے ممبران صدر جمہوریہ کو منتخب کرتے ہیں۔

برطانیہ نے اسپیکر کے عہدے کو لے کر کافی احتیاط برتی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک اور سیاسی وغیر سیاسی قیادت توقع کرتی ہے کہ کوئی بھی اسپیکر اگر غیر جانبدار نہ ہو تو وہ اپنے عہدے اور اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتا۔ غیر جانبدار رہے بغیر کوئی بھی اسپیکر منصفانہ فیصلہ نہیں کرتا اسی لیے برطانیہ میں روایت ہے کہ یہ عہدیدار بیک بنچر Back Bencher یعنی پیچھے کی صف میں بیٹھنے والا جونیئر ایم پی ہوتا ہے۔ یعنی کوئی جونیئر سا ممبر پارلیمنٹ جو اپنی لیاقتوں کے باوجود سینئر سیاست داں نہ ہو اس کو اسپیکر کی ذمہ داری اسی سپرد کی جاتی ہے تاکہ غیر متنازع ہوکر یہ اپنے فرائض کو انجام دے سکے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسپیکر کے عہدیدار اپنی مرضی کے بغیر منتخب کیا جاتا ہے یعنی وہ اس بوجھ کو اٹھانے سے اجتناب کرتا ہے اور جب اس کا انتخاب ہوجاتا ہے تو برطانیہ میں یہ روایت ہے کہ اس کو تقریباً زور زبردستی کرکے گھسیٹ کر اس کی کرسی تک پہنچایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ذمہ دار مجھ کو دی جائے گی تو اس نبھانا بہت مشکل کام ہے۔

18ویں کے لوک سبھا انتخابات میں جو نوک جھونک، تلخیاں دیکھی گئیں وہ اس سے پہلے شاید کبھی نہیں دیکھی گئیں۔ لوک سبھا کے نتائج نے بھی یہ ثابت کردیا ہے کہ ہندوستان کا سیاسی درجہ حرارت ایسے رہے گا جیسا کہ دوران انتخاب رہا تھا۔ نئی لوک سبھا کے معرض وجود میں آنے کے بعد ہی اندازہ ہوگیا کہ ہر قدم، ہر مرحلے، ہر ہر فیصلے پر خوب سیاست ہوگی، اپوزیشن اور حکمراں اتحاد کے درمیان روز اول سے ہی تلواریں کھنچی ہوئی نظر آرہی ہیں۔

سب سے پہلا مرحلہ پروٹیم اسپیکر کا جس میں بی جے پی کے ممبر پارلیمنٹ جو کہ 7 مرتبہ کے ایم پی تھے۔ پروٹیم اسپیکر مقرر کیے گئے۔ اپوزیشن کا کہنا ہے کہ یہ تقرری انتخاب ماضی کی روایات کو بالائے طاق رکھ کر کی گئی۔ پروٹیم اسپیکر صرف دو دن تک اپنی فرائض انجام دیتا ہے اس کا بنیادی اور صرف نومنتخب ممبران پارلیمنٹ کو حلف دلانا ہے۔ اب اگلے دو دن میں ملک کی سیاست اس بات پر مرتکز رہے گی کہ اسپیکر کون ہوگا۔ حکمراں جماعت کو لگتا ہے کہ سب سے بڑی پارٹی اور حکمراں جماعت ہونے کی سے اس عہدے پر اس کا ہی امیدوار فائز ہونا چاہیے۔ جبکہ اپوزیشن جو کہ جارحانہ موڈ میں ہے اس بات پر مصر ہے کہ اس عہدے پر اتفاق رائے سے اسپیکر فائز ہو اور ڈپٹی اسپیکر کے عہدے پر اپوزیشن کا کوئی لیڈر منتخب ہونا چاہیے۔ خیال رہے کہ 17ویں لوک سبھا میں اوم برلا جو کہ کوٹہ کے ممبر پارلیمنٹ ہیں اسپیکر تھے اور کوئی بھی ڈپٹی اسپیکر نہیں تھا۔ جبکہ 16ویں لوک سبھا میں سمترا مہاجن اسپیکر اور تھمبی درئی ڈپٹی اسپیکر بنے۔ پارلیمنٹ کا نظام چلانا اسپیکر کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

ایوان کی کارروائی مختلف وزارتوں کی کمیٹیوں کا قیام بھی اسپیکر کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ کے اجلاس کے دوران اسپیکر کے عہدے پر فائز شخص مکمل طور پر اپنی صواب دید سے فیصلہ کرتا ہے۔ پارلیمانی اجلاس کے دوران یہ فیصلہ دوررس نتائج کے حامل ہوتے ہیں اور روزمرہ کی حکومت کی کارگزاری پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

پچھلے لوک سبھا میں جس انداز سے حکمراں پارٹی نے پارلیمنٹ کو چلایا اس سے اپوزیشن پارٹیاں خوش نہیں تھیں۔ بعض اپوزیشن لیڈر کا الزام ہے کہ اصول وضوابط کو نظر انداز کرکے ایسے ہتھکنڈے اختیار کیے گئے جو کہ اپوزیشن کی آواز کو کچلنے والے اور پارلیمنٹ کے غیر جانبدار نظام کو نظر انداز کرنے والے ممبران پارلیمنٹ کا بڑے پیمانے پر معطل کیا جانا۔ کچھ سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں کی پارلیمنٹ کی رکنیت کو ختم کرنے کے فیصلے سے ملک کے سیاسی درجہ حرارت میں اضافہ ہوا۔ بعض ایسی پارلیمانی کمیٹیاں جن کو محض مشاورتی اختیار حاصل تھے ان کی رپورٹ پر ارکان پارلیمنٹ کو نااہل قرار دیا گیا۔ ان ہی تمام تنازعات کے درمیان جب اٹھارہویں لوک سبھا کے اسپیکر کا انتخاب ہورہا ہے تو اپوزیشن پارٹیوں کا سخت رخ دکھانا غیر فطری نہیں ہے۔ مرکزی حکومت کے قیام میں دو پارٹیوں کا رول بہت اہم ہے۔ اس میں آندھرا پردیش کی تیلگو دیشم پارٹی اور بہار کی جنتا دل یو ان دونوں ریاستوں میں دونوں پارٹیوں کی حکومت نے بی جے پی شریک ہے اور یہی شراکت داری مرکز میں بھی ہے۔ جہاں وزیر اعظم نریندر مودی کی قیادت میں ان دونوں پارٹیوں کے وزرا مرکزی وزارت میں شامل ہیں۔ اپوزیشن پارٹیوں کو یہ گمان ہے کہ کیونکہ بی جے پی مکمل اکثریت کے ساتھ حکومت نہیں بناپائی ہے اور اس نے لوک سبھا میں محض 240 سیٹیں جیتی ہیں جو حکومت سازی کے لیے درکار 272 کے ہند سے 32 کم ہے۔ لہٰذا اپوزیشن پارٹیاں مرکزی حکومت کو بیساکھیوں پر کھڑی ہوئی سرکار کہتی ہے۔ اپوزیشن پارٹیوں کا زور ہے کہ مختلف عہدوں پر تقرری میں مودی کی قیادت والی حکومت کو الجھایا جائے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نئی لوک سبھا میں بی جے پی کس کو اسپیکر بناتی ہے۔ کیا ٹی ڈی پی کا کوئی ممبر پارلیمنٹ اسپیکر ہوگا یا بی جے پی خود اپنے 17ویں لوک سبھا اسپیکر اوم برلا کو اس عہدے پر فائز کرے گی۔ جس طرح بی جے پی کو ایوان میں مکمل اکثریت حاصل نہیں ہے تو اس کو مختلف مرحلوں کا پارلیمنٹ کے اندر اور باہر ایسے عہدیداروں کی ضرورت پڑے گی جو کہ مشکل وقت میں اس کے کام آئے۔ کئی مرتبہ اسپیکر کا فیصلہ حکومتوں کو بنانے اور گرانے میں اہمیت کا حامل رہا ہے۔ پارلیمانی نظام حکومت میں کسی بھی پارٹی یا حکومت کو اپنے ممبران پارلیمنٹ کو اجلاس کے دوران الرٹ رکھنا، حاضر دماغ رہنا اور ایوان میں موجود رکھنا اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ بعض اوقات معمولی بلوں پر ووٹنگ کے دوران حکومت کی ممبران پارلیمنٹ کی عدم موجودگی حکومت کے زوال کا سبب بن جاتی ہے۔ ایسے نازک مرحلوں پر اسپیکر کی رولنگ اہم رول ادا کرتی ہے اور حکومت کو بچانے اور گرانے میں کلیدی رول ادا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت اسپیکر کے عہدے کو لے کر زبردست کھینچ تان مچی ہوئی ہے۔

☐ اجلاس کی کارروائی کو چلانا اسپیکر کا کام ہوتا ہے۔
☐ قواعد وضوابط اور روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسپیکر کو فیصلے لینے ہوتے ہیں۔
☐ ایوان کے اندر کام کاج ٹھیک چلے، ڈسپلن رہے حکومت سے پوچھے جانے والے سوالوں کے جواب آئیں، اس کو بھی یقینی بنانا اسپیکر کا کام ہوتا ہے۔
☐ اسپیکر عام حالات میں ووٹنگ میں حصہ نہیں لیتا ہے۔
☐ صرف ٹائی ہونے کی صورت میں وہ ووٹ ڈال سکتا ہے اور یہ ضروری نہیں وہ پارٹی کی لائن کے مطابق ووٹ ڈالے بلکہ اپنی صوابدید کے مطابق ووٹ ڈال سکتا ہے۔
☐ اسپیکر فیصلہ کرتا ہے کہ کیا ایوان کے اندر بحث کے دوران ممبران کی مطلوبہ تعداد ہے یا نہیں اگر مطلوبہ تعداد نہیں ہوتی تو وہ ایوان کی کارروائی ملتوی کرسکتا ہے۔
☐ اسپیکر ممبران پارلیمنٹ کے حقوق اور اختیارات کا تحفظ کرتا ہے۔
☐ اسپیکر بے قاعدہ چلنے والے ممبران پارلیمنٹ کو وارننگ دے سکتا ہے۔ ان پر جرمانہ اور سخت معاملات میں پابندیاں عائد کرتا ہے۔
☐ اسپیکر ہر طرح کے حالات میں غیر جانبدار رہے، پارٹی خطوط سے بالاتر ہوکر کارروائی کرے یہی اس کی سب سے بڑی ذمہ داری اور امتحان ہوتا ہے۔

> **18ویں لوک سبھا کے انتخابات میں جو نوک جھونک، تلخیاں دیکھی گئیں وہ اس سے پہلے شاید کبھی نہیں دیکھی گئیں۔ لوک سبھا کے نتائج نے بھی یہ ثابت کردیا ہے کہ ہندوستان کا سیاسی درجہ حرارت ایسے ہی رہے گا جیسا کہ دوران انتخاب رہاتھا۔ نئی لوک سبھا کے معرض وجود میں آنے کے بعد ہی اندازہ ہوگیا کہ ہر قدم، ہر مرحلے، ہر ہر فیصلے پر خوب سیاست ہوگی، اپوزیشن اور حکمراں اتحاد کے درمیان روز اول سے ہی تلواریں کھنچی ہوئی نظر آرہی ہیں۔**

برطانیہ کے عام انتخابات میں ہندنژاد شہریوں کا کردار

پروفیسر عتیق احمد فاروقی

اگلے ماہ کی چار تاریخ کو برطانیہ میں عام انتخابات ہونے جارہے ہیں۔ اگر یہ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہوتے تو سال کے آخری مہینوں میں ووٹ ڈالے جاتے مگر ہند نژاد وزیراعظم رشی سنک نے وقت سے پہلے چناؤ میں اترنے کا فیصلہ کیا ہے۔ دراصل برسر اقتدار کنزرویٹو پارٹی کی مقبولیت کا گراف تیزی سے گررہا تھا۔ پارٹی کے اندر بھی نااتفاقیاں تھیں۔ بھلے ہی 14 سال سے یہ برسر اقتدار ہے لیکن قیادت کے محاذ پر گزشتہ کچھ برسوں میں پارٹی میں کافی اُتھل پتھل دیکھی گئی۔ لہٰذا وزیراعظم سنک کا ماننا تھا کہ پارٹی کی داخلی نااتفاقیوں کو ختم کرنے اور عوام کا اعتماد بحال کرنے کیلئے چناؤ میں اترنا مناسب ہوگا۔ اقتصادی محاذ پر ملک کو ملے فائدے سے انہیں اپنے اس منصوبے کو پائے تکمیل تک پہنچانے میں مدد ملی۔ بہرحال رشی سنک بھلے ہی اقتدار میں واپسی کا خواب دیکھ رہے ہیں، پر چناؤ رجحان اس کے برعکس ہے۔ یہ بتارہے ہیں کہ یہ چناؤ نہ صرف برطانی سیاست میں دوررس اثر ڈال سکتے ہیں بلکہ اسے بنیادی طور پر بدل بھی سکتے ہیں۔ کئی میں تو مخالف لیبر پارٹی کی بڑی فتح کے امکان دکھائے جارہے ہیں۔ حامیوں کی نظر میں یہ دوسری عالمی جنگ کے بعد پارٹی کی سب سے بڑی جیت ہوسکتی ہے۔ دراصل سال 1997 میں ٹونی بلیر نے لبر پارٹی کو میانہ روای راہ پر چلاکر اور ’نیو لبر‘ کی وکالت کرکے کنزرویٹو پارٹی سے اقتدار چھینا تھا مگر 2010 میں ڈیوڈ کیمرن کی قیادت میں کنزرویٹو ایم پی دوبارہ حکومت بنانے میں کامیاب رہے۔ یہاں تک کہ برگزٹ کے بعد بھی انہیں کامیابی حاصل ہوئی اور کنزرویٹو پارٹی کو پارٹی آف ’گورننس‘ کہا جانے لگا۔ اب لبر پارٹی بھی میانہ روی راہ پر چل رہی ہے۔

ویسے ان انتخابات میں چند چھوٹی پارٹیوں کا بھی اہم کردار ہوسکتا ہے مثلاً برگزٹ کے ایک اہم کردار نائزلے فراز کی ’ریفارم یو کے پارٹی‘ کنزرویٹو کے ووٹ کاٹ سکتی ہے۔ بیشک یہ بہت زیادہ نشستیں نہ جیت سکے، لیکن نئی پارٹی کے طور پر اپنی دھمک کا ضرور مظاہرہ کررہی ہے۔ یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ کنزرویٹو پارٹی کے تئیں بے رخی کے سبب لوگوں کا اعتماد دوسری پارٹیوں میں بڑھا ہے۔ برسر اقتدار پارٹی کے تئیں یہ ناراضگی یوں ہی نہیں پنپی ہے، خصوصاً کووڈ وبا کے بعد سے لوگوں کی معیشت بہت نہیں سنبھل سکی ہے۔ یہاں رہائش کا خرچ بڑھ گیا ہے اور مہنگائی بھی کم نہیں ہے۔ لہٰذا یہ نظریہ زور پکڑ رہا ہے کہ حکمرانی کیلئے بنی پارٹی اب ملک سنبھالنے کے اہل نہیں رہی۔ اسی طرح مہاجرین کا مسئلہ بھی ایک بڑا انتخابی ایشو ہے۔ کہا گیا تھا کہ برگزٹ کے بعد برطانیہ کو اس معاملے میں خود مختاری مل جائے گی لیکن اب تک ایسا نہیں ہوسکا ہے۔ نیشنل ہیلتھ سروس جیسے سماجی کاموں میں فنڈ کی کمی، ٹیکس کا بڑھنا وغیرہ مدعے بھی کنزرویٹو کی سیاسی زمین کمزور کررہے ہیں۔ یہ چناؤ برطانیہ میں رہنے والے قریب بیس لاکھ ہندنژاد شہریوں کیلئے بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کا کردار انتخابات میں مسلسل بڑھ رہا ہے۔ وہاں ہندو-مسلم-سکھ سے متعلق مدعے بھی اٹھ رہے ہیں۔ ’ہندو فار ڈیموکریسی‘ نامی گروپ نے ہندو منشور تک جاری کردیا ہے۔ پہلے ہندنژاد شہریوں کا ووٹ لبر پارٹی کو جاتا تھا لیکن جیسے جیسے یہ آبادی خوشحال ہوتی گئی اس کا رجحان کنزرویٹو کی جانب بڑھتا گیا۔ سال 2019 کے انتخابات میں دس سے زیادہ ہندوستانیوں کا چنا جانا اسی کی تصدیق کررہا تھا، جن میں رشی سنک ایک بڑا نام تھا۔ یہاں ہندوستانیوں کی شناخت بدل رہی ہے اور وہ قیادت کے کردار میں آنے لگے ہیں۔ نتیجتاً ہندوستان سے جڑے مدعے انتخابات میں مؤثر دکھنے لگے ہیں۔ اس کی جھلک گزشتہ انتخابات میں بھی دکھی تھی، جب ہندوستانی ہائی کمیشن کے سامنے خالصتانیوں کے تشدد آمیز مظاہرہ کی حمایت لبر پارٹی کے چند لیڈران نے کی تھی جس کی مخالفت میں ہندوستانیوں نے کنزرویٹو کا ساتھ دے کر ان کو اقتدار دلادیا۔ ہندوستانیوں پر کنزرویٹو کی گرفت اب بھی مضبوط ہے کیونکہ ان کی پالیسی ہندوستان کے مفاد میں رہی ہے۔ اتنا ہی نہیں یہاں ہندوستانیوں کی ایک بڑی آبادی کاروبار میں ملوث ہے اور کنزرویٹو کو کاروباریوں کی حامی پارٹی مانا جاتا ہے۔

ہندوستان سے جڑے مدعے یہاں کے انتخابات میں کس قدر حاوی رہتے ہیں۔ اس کی ایک تازی مثال ہے، کنزرویٹو پارٹی کے امیدوار کے ذریعے کشمیر کے مدعہ کو اٹھانا۔ کیونکہ برطانیہ کے چند حلقہ رائے دہندگان میں پاکستان سے آئے مہاجرین کا غلبہ ہے اس لئے یہاں ہند مخالف بیانیہ بھی خوب چلائے جاتے ہیں۔ اس بار بھی کنزرویٹو کے امیدوار مارکولونگی نے ایک خط لکھ کر رائے دہندگان سے اپیل کی کہ کشمیر کے مدعے کو اگر پارلیمان میں اٹھانا ہے تو لبر پارٹی کے بجائے ان کو ووٹ دیا جائے۔ حالانکہ اس کا زبردست ردعمل سامنے آیا ہے۔ خود کنزرویٹو پارٹی کے اندر اس خط کو لیکر سخت مخالفت دیکھی گئی ہے دراصل یہاں ہندنژاد شہریوں کا کردار جس تیزی سے بدلا ہے، دونوں پارٹیاں خود کو ہند حامی بتانے کی کوشش میں ہیں۔ اسی سبب گزشتہ چند برسوں میں برطانیہ نے ہندوستان کے تئیں اپنی سفارتی پالیسی بھی بدلی ہے۔

بہت پہلے کی بات نہیں ہے جب برطانیہ ہندوستان کے مقابلے پاکستان اور چین کے ساتھ کھڑا دکھتا تھا کیونکہ داخلی سیاست اسے اسلام آباد کے خلاف جانے نہیں دیتی اور بیجنگ کے ساتھ اس کے اہم اقتصادی رشتے تھے۔ مگر ڈیوڈ کیمرن کی مدتِ کار میں یہ حالات بدلے اور دوطرفہ رشتے میں لگاتار اصلاح کی گئی۔ خصوصاً برگزٹ کے بعد برطانیہ کو نئے بازار اور نئی خارجہ پالیسی کی ضرورت تھی جس کے سبب برطانیہ کے حکمرانوں نے ہند بحرالکاہل پر زور دینا شروع کیا۔ یہاں انہوں نے نئے معاونین تلاش کئے اور اقتدار میں توازن پیدا کرنے کی کوشش کی۔ چونکہ ہند بحرالکاہل کا ایک بڑا کھلاڑی ہندوستان ہے اس لئے نئی دہلی کے ساتھ لندن نے اپنے اسٹیٹجک اور اقتصادی دونوں تعلقات میں سدھار کئے۔ توقع کی جانی چاہیے کہ یہ رشتہ برطانیہ میں ممکنہ اقتدار کی تبدیلی کے بعد بھی قائم رہے گا کیونکہ ہندوستان ایک تیز ترقی پذیر معیشت ہے۔ اس بات کا بھی بھروسہ ہے کہ اس آزاد تجارتی قرار (فری ٹریڈ ایگری منٹ) پر بھی اب حتمی رضامندی ہوجائے گی جس کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ قبل از وقت چناؤ کے سبب اسے ٹال دیا گیا ہے۔ اگر یہ قرار نافذ ہوا تو دونوں ممالک کے رشتہ ایک نئی بلندی پر پہنچ جائیں گے۔

atiqfaruqui001@gmail.com

> برطانیہ ہندوستان کے مقابلے پاکستان اور چین کے ساتھ کھڑا دکھائی دیتا تھا کیونکہ داخلی سیاست اسے اسلام آباد کے خلاف جانے نہیں دیتی اور بیجنگ کے ساتھ اس کے اہم اقتصادی رشتے تھے۔ مگر ڈیوڈ کیمرون کی مدتِ کار میں یہ حالات بدلے اور دوطرفہ رشتے میں لگاتار اصلاح کی گئی۔ خصوصاً برگزٹ کے بعد برطانیہ کو نئے بازار اور نئی خارجہ پالیسی کی ضرورت تھی جس کے سبب برطانیہ کے حکمرانوں نے ہند بحرالکاہل پر زور دینا شروع کیا۔ یہاں انہوں نے نئے معاونین تلاش کئے اور اقتدار میں توازن پیدا کرنے کی کوشش کی۔

’ایکس‘ کی دنیا

@Nabila Jamel

سی بی آئی نے تصدیق کی ہے کہ پیپر لیک ہوا ہے مگر اس نے اس کو ایک لوکل ایشو قرار دیا ہے۔ کیا پیپر لیک کو ڈیجیٹل دور میں ایک مقامی نوعیت کا معاملہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

قناة الجزيرة @

فلسطینی نوجوان مجاہد عبادی نے الجزیرہ کو بتایا کہ قابض فوج نے مجھ سے پوچھ گچھ کرنے سے پہلے مارا اور اذیتیں دیں، انہوں نے گرفتاری کی کوئی وجہ بھی نہیں بتائی اور مجھے فوجی گاڑی کے آگے بونٹ پر باندھ دیا۔

@Mondrweiss

اسرائیلی ڈاکٹر فوج کے ساتھ فلسطینیوں کے طبی کوائف شیئر کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ بغیر چوٹ کا نشان چھوڑے، کسی طرح قیدی کو تکلیف دی جاسکتی ہے اور کئی مرتبہ تو ڈاکٹر ٹارچر میں خود شامل ہوتے ہیں۔

@NBC News

کولمبیا یونیورسٹی نے کہا ہے کہ اس نے تین منیجروں کو چھٹی پر بھیج دیا ہے کیونکہ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے غیر پیشہ وارانہ پیغامات اس وقت بھیجے تھے جب Antisemitism پر بحث ہورہی تھی۔

@Sarah Wilkinson

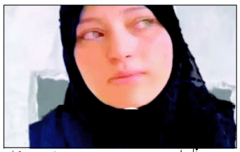

ایک فلسطینی خاتون جن کے شوہر اور بیٹی کو اسرائیلی فوج نے مار ڈالا، کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کے جنازے کو اپنے ہاتھوں سے دفن کیا تھا۔

@Sanket Upadhyay

این آئی او ایس کے سابق چیئرمین پروفیسر سی بی شرما نے پیپر لیک کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے کہ کوچنگ انسٹی ٹیوشن کے سربراہان صرف اس لیے سپریم کورٹ پہنچے کہ ان کو لیک پیپر نہیں ملا، اگر ان کو لیک پیپر مل جاتا تو وہ سپریم کورٹ نہ جاتے۔

@Rvinder Kapur

بی جے پی نے آٹھ مرتبہ رہ چکے ممبر پارلیمنٹ کے سریش کو صرف اس لیے پروٹیم اسپیکر نہیں مقرر کیا کیونکہ وہ ایک دلت تھے۔ گوروگگوئی

@AAP

ڈاکٹروں کی ٹیم نے مجھے صحت میں گراوٹ کے بعد اسپتال میں داخل ہونے کی صلاح دی ہے۔

میرے جسم کو چاہے کتنی بھی زحمت ہو۔ پر میرا پکا ارادہ ہے کہ جب تک دہلی والوں کو پانی نہیں مل جاتا ہے میری جدوجہد جاری رہے گی۔

@The Jerusalem Poet

داغستان کے دہشت گردانہ حملہ میں ملوث لوگ عیسائیوں، یہودیوں، مسلمانوں، روسیوں کے درمیان دوستی کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ روس کے چیف ربّی لیبرل ندار کا یروشلم لوسٹ میں بیان۔

@The Telegraph

بی جے پی کو اب حمایت نہیں دی جائے گی۔ سابق وزیر اعلیٰ پٹنائک نے اپنی پارٹی بی جے ڈی کے ممبران پارلیمنٹ سے کہا ہے کہ وہ اپنے آپ ایک مضبوط اپوزیشن کے طور پر پیش کریں۔

@News National

نیٹ پیپر لیک کیس سے جڑی بڑی خبر، سنجیو مکھیا کے نیپال بھاگنے کا اندیشہ۔ ذرائع

@Reeclerworcan جرمنی میں مسلمانوں کے خلاف واقعات میں دوگنا اضافہ ہوگیا ہے مگر حکام ان واقعات کو نظر انداز کررہے ہیں۔

@National Herald میں یہ بات سو مرتبہ کہوں گا کہ غیر اعلانیہ ایمرجنسی میں آپ یہ سب کررہے ہیں۔ آپ یہ سب کرتے ہوئے کتنے سال اور حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ کانگریس کے صدر ملکا ارجن گھڑگے نے کہا ہے کہ آج کی غیر اعلانیہ ایمرجنسی کی بات کی جائے۔ نا کہ پچاس سال پرانے معالہ کو اٹھایا جائے۔

@France24 English

دو ہفتہ قبل جب فرانس کے صدر ایموئیل میکران نے قومی اسمبلی کو تحلیل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ تب سے اب تک تمام پارٹیاں ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد کرنے کی کوشش کررہی ہیں۔

@Sarah

جنوبی کوریا نے نیتن یاہو اور اسرائیل کے دیگر اعلیٰ افسران کے خلاف انسانیت کے خلاف جرائم کا مقدمہ درج کرایا ہے۔

@IANS

این ایس یو آئی کے صدر ورن چودھری کی قیادت میں ورکروں نے نیٹ امتحانات میں گھوٹالے کے بعد جنتر منتر پر مظاہرہ کیا ہے۔

ایکس پر چلنے والے ٹرینڈ قارئین کی دلچسپی کیلئے پیش کئے جارہے ہیں

ایکسپو زر کے ذریعہ ظاہر کی گئیں آراء ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح ذمہ دار نہیں